اجماع کیا ہے؟ کیا نہیں؟

صباح الدین : مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

اجماع پر بحث

اجماع کیا ہے؟ اس کی حیثیت کیا ہے اور اس کی دلیل کیا ہے؟ یہ اور اس کے علاوہ مزید ۷۰ سوالات (۱) ہیں جو اجماع کی بحث سے وابستہ ہیں۔ باور کیا جاتا ہے کہ دوسری صدی ہجری میں امام شافعیؒ سے لے کر آٹھویں صدی ہجری میں صدرالشریعہ (۲) تک پہنچتے پہنچتے اس موضوع پر بنیادی کلام کیا جاچکا ہے۔ ان سے پہلے اور ان کے بعد جو شروح و حواشی لکھے گئے وہ اجماع سے متعلق مباحث کو مزید نکھارنے کا کام کرتے رہے۔ غرض ۱۴ صدیوں کے طویل دورانیہ میں دوسری صدی ہجری سے آج پندرہویں صدی کے آغاز (۲الف) تک ہر عصر میں فقہاء و مجتہدین کی ایک قابل لحاظ تعداد اس مباحثہ میں شریک رہی ہے۔

ادلۂ شرع کی صورت حال

علم اصول فقہ میں جو چیزیں شرعی دلیل کے طور پر معتبر مانی گئی ہیں، ان کی تعداد بعض فقہاء (۳) نے ۴۵ تک گنائی ہے، جن میں ۱۹ کا ذکر علم اصول کی بعض کتب

جناب مفتی صباح الدین قاسمی، فیکلٹی دینیات، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ : امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

متون میں آتا ہے۔ بعض ماہرین اصول نے ان سب کو ۱۰ میں سمیٹنے کی کوشش کی جو کہ معروف ہیں اور ان میں سے ۴ کا ذکر اکثر کیا جاتا ہے یعنی قرآن، سنت، اجماع اور قیاس۔ ان تمام ادلہ شرع میں سے قرآن و سنت سے متعلق امت کے درمیان کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے۔ دونوں کی ذات متعین، وجود ظاہر، حجیت ثابت اور احکام مرتب ہیں۔ تقریباً یہی حال دلیل شرعی 'قیاس' کا ہے۔ اس کی ماہیت واضح، وقوع ممکن، حجیت ثابت، احکام مرتب اور طریقے مدون ہیں۔ اس کے برعکس اجماع سے متعلق تقریباً تمام ہی بنیادی مباحث مختلف فیہ ہیں۔ اس کی ذات وماہیت سے لے کر اس کے انعقاد ووقوع تک اور اس کی حجیت سے لے کر اس کے احکام تک کوئی چیز فقہاء امت میں متفق علیہ نہیں ہے۔ اسی لئے دلیل 'اجماع' سب سے زیادہ سوالات کے نرغہ میں رہی ہے اور ابھی تک ان سے نبرد آزما ہے۔ کیا اب اجماع ان اشکالات کی زد سے نکل گیا ہے جو اس پر وارد کئے جاتے ہیں؟ اس مضمون میں محدود پیمانے پر اس کا جائزہ لیا گیا ہے اور اجماع کے تصور کو ایک نئی جہت سے روشناس کرایا گیا ہے۔ اس بحث کا جواز یہ مسلمہ فراہم کرتا ہے کہ اصول فقہ توفیقی نہیں بلکہ استقرائی (۱۳الف) ہیں۔

علم اصول کا بنیادی موضوع

اصول فقہ کا بنیادی موضوع 'شرعی حکم' اور اس کو جاننے کے ذرائع کا تعین ہے۔ یہ سوال کہ حاکم کون ہے اور اس کے حکم کو جاننے کا ذریعہ کیا ہے؟ دین کے باب ایمانیات سے متعلق ہے اور اس کا جواب علم العقائد کی رو سے حسب ذیل ہے: حاکم اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے، یہی توحید ہے۔ اس کے احکام کا مجموعہ اس کی کتاب ہے۔ اسے انسانوں تک ضروری قولی و عملی تشریح کے ساتھ پہنچانے والے اللہ کے رسولؐ ہیں۔ یہ رسالت ہے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے درمیان رابطہ کی جو عمومی صورت

ہے اور جس کا نام وحی ہے، اس کی توضیح ایمان بالملائکہ سے ہوتی ہے۔ ان سب کی صراحت یہ آیت مبارکہ کرتی ہے: کل آمن باللہ و ملائکتہ و کتبہ ورسلہ (البقرہ ۲:۲۸۵)

قرآن وسنت میں مصدر شریعت

اس طرح علم اصول کو علم العقائد سے یہ جواب مل جاتا ہے کہ وحی یعنی کلام اللہ اور اسوہ رسول مشترکہ طور پر حکم شرعی کا حقیقی مصدر وماخذ ہے۔ یہ بات ایمانی عقل اور دینی منطق کے اس قدر مطابق ہے کہ اس میں امت مسلمہ کے اندر اجماع کامل پایا جاتا ہے اور علم اصول فقہ کا ایک مسلمہ ہے۔ کتاب اللہ کیا ہے: ان ھو الا وحی یوحیٰ (النجم ۵۳:۴) اور سنت کیا ہے: ان اتبع الا ما یوحی الیّ (الانعام ۶:۵۰) اس طرح کتاب اللہ اور سنت رسولؐ فی الحقیقت دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں بلکہ ایک ہی وحی کے دو رخ ہیں، یا یہ کہ کتاب اللہ متن (Text) ہے اور سنت رسولؐ اس کی شرح ہے۔ وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم و لعلھم یتفکرون (النحل ۱۶:۴۴)

رسولؐ خدا کے براہ راست سامعین کے لئے متن اور شرح یعنی کتاب وسنت دونوں ہی ایمان وعمل کے اعتبار سے درجہ میں برابر تھے۔ البتہ رسولؐ خدا کے بالواسطہ مخاطبین کے لئے حفاظت وثبوت کے لحاظ سے مصادر فقہ میں قرآن کو اولیت اور سنت کو ثانویت کا درجہ ملا۔ نیز سنت کے لفظی ثبوت اور معنوی صحت دونوں ہی کے لئے قرآن سے مراجعت اور اس کی موافقت ضروری قرار پائی۔

کتاب وسنت سے حکم شرعی کا استخراج

شریعت کے ان دو بنیادی مصادر سے 'حکم شرعی' کا اشتقاق کس طرح ہوتا ہے؟ منطقی حصر کے ساتھ اسے یوں بیان کیا جاسکتا ہے (۴):

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

۱۔ حکم شرعی کا ثبوت 'وحی الہی' سے ہوتا ہے: (الف) یہ وحی یا تو قولی و لفظی ہوگی یعنی کلام اللہ یا (ب) تقریری و معنوی یعنی اسوہ رسول جس کی توثیق کتاب اللہ نے کردی ہے۔

۲۔ کتاب اللہ و سنت رسولؐ سے حکم کا ثبوت یا تو (الف) نصوص سے براہ راست استدلال کے ذریعہ ہوگا یعنی استدلال بالنص سے یا (ب) نصوص سے بالواسطہ استنباط کے ذریعہ یعنی استنباط بالنص سے۔

۳۔ استدلال بالنص کی بنیادی طور پر ۶ صورتیں ہیں:

۱۔ دلالۃ العبارۃ ۲۔ دلالۃ الاشارۃ ۳۔ دلالۃ التنبیہ (۵) (دلالۃ النص) ۴۔ دلالۃ الاقتضاء ۵۔ دلالۃ الخطاب (۶) (مفہوم مخالف) ۶۔ دلالۃ علۃ النص (۷) (دلالۃ العلۃ المنصوصۃ)

۴۔ استنباط بالنص (۸) کی چند معروف صورتیں یہ ہیں:

(الف) استنباط قیاسی (قیاس بالعلۃ المعتبرۃ یا قیاس عام، استحسان، استصحاب وغیرہ) (ب) استنباط استصلاحی (مصالح مرسلہ، سد الذریعہ، العرف والعادۃ وغیرہ)

۵۔ استدلال و استنباط کی مذکورہ تمام صورتوں میں یا تو (الف) فقہاء کا اتفاق ہوگا اور یہی اجماع ہے۔ یا (ب) اختلاف ہوگا۔

اجماع کوئی دلیل نہیں ہے

مذکورہ بالا بیان سے تمام ادلہ شرع کی ماہیت کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ یعنی یہ کہ دین و شریعت کی اصل 'وحی' ہے، شریعت کا مادہ و مصدر قرآن و سنت ہیں، ان دونوں کی حیثیت 'دلیل مثبِت' کی ہے، باقی تمام دلائل شرعیہ 'مثبت' نہیں بلکہ محض 'مظہر و کاشف' ہیں، اور فقہاء کا اتفاق و اختلاف دو کیفیات ہیں جو تمام ادلہ مثبتہ و مظہرہ

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ ہجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے ☆

پر یکساں طور سے وارد ہوتی ہیں۔ جس 'دلیل شرعی' پر 'اتفاق' کی کیفیت وارد ہوتی ہے اس دلیل کو اجماع کی سند یا سبب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس طرح 'اجماع' بذات خود کوئی دلیل (مثبت یا مظہر) نہیں (۹) ہے بلکہ محض ایک کیفیت ہے جو کسی دلیل کو لاحق ہوتی ہے۔ گویا 'دلیل' ذات ہے اور اجماع ایک عرض ہے جو اس پر عارض ہوتی ہے۔

دلیل کے ساتھ اجماع کا اضافی فائدہ

اجماع کیا ہے؟ کسی حکم کے مشروع ہونے پر ہر فقیہ عصر کا اتفاق؟ ایک فقیہ کس طرح کسی حکم کے مشروع ہونے کا فیصلہ کرتا ہے، اصول فقہ میں اس کے لئے ایک معین ضابطہ ہے۔ یعنی یہ کہ فقیہ کتاب و سنت سے استدلال یا استنباط کے ذریعہ یہ عمل انجام دیتا ہے۔ فرض کریں کہ کسی عصر میں امت کے اندر ۱۰ فقیہ ہوں اور سب کے سب کسی شرعی دلیل کے ذریعہ کسی حکم پر اتفاق کرلیں تو یہی اجماع ہے۔

اس تشریح سے یہ بات واضح ہوئی کہ 'اجماع' کی صورت میں بھی اصل 'حجت' دلیل شرعی ہی ہے جس طرح غیر اجماع میں۔ اب صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ 'اجماع' کی کیفیت سے 'اصل دلیل' کو وہ زائد شے کیا حاصل ہوتی ہے جو بغیر اجماع کے اسے نہیں ملتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اصول فقہ کی رو سے جس طرح ہر دلیل شرعی حجت ہے، اسی طرح ہر فقیہ پر (۱۰) اس کا اپنا فقہی استدلال حجت ہے یعنی اس کا فہم اس کے لئے قطعی المراد اور لازم العمل ہے۔ اسی لئے غیر اجماع یعنی اختلاف کی صورت میں 'دلیل شرعی' کی حجیت یعنی اس کی قطعیت ولزومیت صرف متعلقہ فقہاء اور ان کے متبعین تک محدود رہتی ہے۔ اجماع سے یعنی ہر فقیہ کے اتفاق کرلینے سے دلیل کی حجیت یعنی اس کی قطعیت ولزومیت کا دائرہ ہر فقیہ اور اس کے متبعین کے ساتھ تمام فقہاء اور ان کے متبعین تک وسیع ہو جاتا ہے۔ اس طرح اجماع دراصل

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابو عبید) ☆☆☆

'دلیل' کی حجیت کے دائرۂ اثر کو پوری امت پر محیط کر دیتا ہے۔ یعنی اجماع کی صورت میں حکم کا لزوم تمام مجتہدین اور ان کی اتباع میں تمام امت کو وسیع و محیط ہوتا ہے جس سے اس حکم میں قوت اور تاکید کی شان پیدا ہو جاتی ہے، جب کہ اختلاف کی صورت میں حجیت و لزوم مختلف فقہاء اور ان کے متبعین کے دائروں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ اس طرح یہ کہنا بجا ہوگا کہ مجمع علیہ حکم اور مختلف فیہ حکم دونوں اپنے اپنے دائرہ میں لازم اور واجب العمل ہوتے ہیں گویا اجماع کا مطلب صرف یہ ہے کہ جب حکم مشروع کو ثابت کرنے میں سارے مجتہدین شریک ہیں تو اس حکم کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کے معاملہ میں بھی سب شریک ہوں گے اور ان کی اتباع میں پوری امت شریک ہوگی۔ اسی لئے اجماعی رائے کو کسی اسلامی ریاست میں قانون کا درجہ دینے (۱۱) میں بڑی سہولت حاصل ہو جاتی ہے۔

اہل اجماع میں سے کسی مجتہد کا رجوع یا عصر مابعد میں کسی فقیہ کا اختلاف

اہل اجماع میں سے اگر کوئی فقیہ اپنی رائے سے رجوع کرلے تو سابق اجماعی رائے کی قطعیت والزامیت کا دائرہ اثر مذکور فقیہ اور اس کے متبعین سے سمٹ کر اٹھ جائے گا اور اب اس پر اور اس کے متبعین پر نئی فقہ کی قطعیت والزامیت آجائے گی۔ اسی طرح مابعد عصر میں کوئی ایک یا چند یا تمام فقہاء اس مسئلہ میں کوئی دوسری فقہی رائے بنالیں تو ان پر بھی سابق رائے کی قطعیت والزامیت عائد نہیں ہو سکتی بلکہ وہ اپنی فقہی رائے کے تابع ہوں گے۔

اجماع قطعی اور اجماع ظنی

اسی طرح اجماع کی دلیل جس نوعیت کی ہوگی اس کا شرعی حکم بھی اسی قسم کا ہوگا۔ اگر اجماع کی دلیل قطعی الثبوت والدلالۃ ہے تو اس سے علم یقین کا فائدہ حاصل ہوگا۔ اس سے ثابت شدہ حکم کے شرعی ہونے کا اعتقاد اور اس پر عمل دونوں

☆ قال الشافعی رحمہ اللہ تعالی : الفقہاء کلہم عیال ابی حنیفہ فی الفقہ ☆

ضروری ہوگا۔ اگر کوئی اس کا مدلل طریقہ سے انکار کرے تو افہام و تفہیم کی مہلت کے بعد اس کی تکفیر یا تضلیل کی جاسکے گی۔ (الف) تکفیر ان امور میں ہوگی جو کہ دین میں معلوم بالضرورۃ ہیں اور جن پر امت مسلمہ کی بنیاد ہے اور جو اس کی شناخت اور شعائر کا درجہ رکھتے ہیں یعنی دین کے وہ بنیادی عناصر جن سے اس کی تشکیل ہوتی ہے۔ دراصل ان امور سے انکار براہ راست ایمان سے متصادم ہو جاتا ہے جیسے کعبہ کا قبلۂ صلاۃ ہونا، نبی ﷺ کا آخر نبی ہونا، تحریم خمر، نماز کا پنج گانہ ہونا وغیرہ یہ اور اس طرح کی دوسری چیزیں جو دین کی قطعیات ہیں اور جن پر اسلام قائم ہے، ان کا انکار کرنے والا دراصل خدا اور رسول کی مخالفت کرنے والا ہے۔ یہ وہ قطعی اور اجماعی مسائل ہیں جو دین میں اس قدر روشن اور جلی ہوتے ہیں کہ مسلم معاشرہ میں متوسط درجہ کا ہر عاقل مسلمان اس سے آگاہ ہوتا ہے۔ (ب) تضلیل ان امور میں ہوگی جو کہ دین میں اگرچہ غیر معلوم بالضرورۃ ہیں مگر فی الحقیقت اس طرح کے امور میں مجتہدین کے درمیان اختلاف ممکن نہیں ہوتا بلکہ ان امور میں جو مجتہد اختلاف کرے گا اس کی اہلیت پر سوالیہ نشان لگ جائے گا۔ اس میں صرف غیر مجتہد ہی اختلاف کر سکتا ہے اور جس کا سبب لازماً کم علمی اور نفسانیت ہی ہو سکتا ہے جیسے معصومیت کو نبی کے سوا کسی اور کے لئے ثابت کرنا، ملائکہ کو خدا کی باشعور مخلوق ماننے کی بجائے تاویلیں کرنا اور طرح طرح کی بدعات کی ایجاد وغیرہ۔ اجماع کی اس قسم کو بعض علماء 'اجماع قطعی' (۱۱الف) یا 'اجماع صحیح' (۱۱ب) کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

اگر دلیل اجماع قطعی الثبوت ظنی الدلالہ ہے یا ظنی الثبوت قطعی الدلالہ ہے یا استنباطی دلائل میں سے کوئی دلیل ہے جو کہ ظنی ہوتے ہیں، تو اس سے صرف ظنی فائدہ حاصل ہوگا اور ایسے حکم پر صرف عمل لازم آئے گا، اعتقاد لازم نہیں آئے گا۔ اس اجماع کو اجماع ظنی (۱۲) کہا جاتا ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ کا قول ہے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

اجماع کی دونوں انواع کا مزاج

(الف) اجماع قطعی دوامی قطعیت والزامیت کا حامل ہے۔اس میں تاقیامت کسی عصر کے مجتہد کا اختلاف نہیں ہو سکتا۔ جب بھی دوبارہ بحث و تحقیق ہو گی ایک ہی نتیجہ بر آمد ہو گا۔ یہ گویا اجماع 'دائمی' ہے۔

(ب) اجماع ظنی دائمی نہیں ہے۔ یہ زمانی اور مکانی محدودیت اور احوال وظروف کی رعایت اور علم و فہم کے تفاوت کا حامل ہے۔

یہ اجماع صرف اہل اجماع کے لئے ملزم ہے۔ مابعد عصر کے جو مجتہدین اختلاف کریں گے ان پر سے اس کا الزام ساقط ہو جائے گا۔ یہ 'اجماع عارضی' ہے۔

امام شافعی اور اجماع

امام شافعیؒ جو کہ اصول فقہ کے اولین بانیوں میں سے ہیں، ان کا موقف ان کے اپنے الفاظ میں یہ ہے: القول بالاجماع والقباس ضرورة لایصار الیها الا عند عدم وجود الخبر، کالتعمیم لایصار الیه الا عند الاعواز من الماء (۱۳) یعنی اجماع و قیاس کا درجہ مجبوری کا درجہ ہے۔ جب سنت موجود نہ ہو تب ہی اس پر عمل کیا جائے گا جیسے پانی نہ ملنے پر تیمّم کرتے ہیں۔ اس طرح معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ کے نزدیک اجماع کی حیثیت اور قطعیت کتاب و سنت جیسی نہیں ہے جیسا کہ بعد کے لوگوں نے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر سنت موجود ہے تو اسی پر عمل کیا جائے گا خواہ اس کے نتیجہ میں کسی موجود اجماع سے اختلاف واقع ہو جیسا کہ خود ان کا اپنا عمل بھی یہی ہے۔ چنانچہ ذبیحہ پر تسمیہ کے وجوب کے مسئلہ میں وہ بعض آیات واحادیث کی بناء پر سابق اجماع سے تخلف کرتے ہیں اور اجماعی رائے کے برعکس ذبیحہ پر تسمیہ کے محض استحباب (۱۴) کے قائل ہیں۔ بلاشبہ بعض صورتوں میں جمہور علماء اصول بھی اجماع میں تبدیلی (۱۵) اور اس

فضل العالم علی العابد کفضل القمر علی سائر الکواکب (سنن ابوداود و ترمذی)

سے اختلاف کے قائل ہیں مگر ان کے نزدیک ایسا صرف استصلاحی اجتہادات میں ہی ہو سکتا ہے، اجتہاد بیانی و قیاسی میں ان کے نزدیک کسی سابق اجماع سے اختلاف روا نہیں ہے، لیکن امام شافعیؒ کا موقف، جیسا کہ اوپر معلوم ہوا، اس سے جدا ہے۔

اجماع اور تواتر میں مماثلت اور فرق

جس طرح 'تواتر' حدیث کے ثبوت کا ایک 'وصف' ہے اور سنت سے علیحدہ بذات خود کوئی دلیل نہیں ہے، اسی طرح 'اجماع' بھی 'دلیل شرعی' کا ایک 'وصف' ہے، دلیل شرعی سے الگ کوئی مستقل بالذات دلیل نہیں ہے۔ پھر جس طرح ثبوت حدیث میں راویوں کی کثرت و قلت کے اعتبار سے تین عمومی درجے ہیں متواتر، مشہور اور واحد، اسی طرح کسی حکم پر دلیل شرعی سے استدلال کے معاملے میں بھی اختلاف واتفاق کے تین عمومی درجے ہیں: رائے اجماعی، رائے جمہوری اور رائے واحد۔ یہ تو مماثلت کا پہلو ہے۔

تواتر اور اجماع میں فرق یہ ہے کہ 'تواتر' ثبوت میں یقین اور قطعیت کا فائدہ دیتا ہے کیوں کہ تواتر کے لئے راویوں کی اتنی کثیر تعداد ضروری قرار دی گئی ہے جس کا عادتاً جھوٹ پر اتفاق محال ہو۔ اسی لئے متواتر قطعی الثبوت ہو جاتا ہے۔ جب کہ اجماع کے بارے میں یقینی طور پر قطعی الصواب ہونے کا نظریہ قائم نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ مجتہدین کی کوئی ایسی تعداد متعین نہیں کی گئی ہے جن کا خطا میں مبتلا ہونا عادتاً محال ہو، اور اگر تعداد متعین کرنا بھی چاہیں تو یہ ممکن نہیں کیوں کہ فقہ و فہم کے معاملہ میں کوئی ایسی تعداد متعین نہیں کی جا سکتی جہاں پہنچ کر یہ دعویٰ کیا جا سکے کہ اب خطا کا امکان صفر ہو چکا ہے۔ لہٰذا استدلال کی صحت اور اصابت میں 'اجماع' کا وہ مرتبہ نہیں ہے جو ثبوت کے معاملہ میں 'تواتر' کا ہے۔

ایک عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے کہ چاند کی فضیلت دوسرے تمام ستاروں پر (سنن ابو داود و ترمذی)

اجماع واختلاف کی صورتیں

قرآن و سنت سے اخذ احکام مجتہدین الگ الگ کریں یا یکجا ہو کر، کسی مسئلہ میں یا تو (۱) تمام مجتہدین کی رائے ایک ہو گی جو کہ 'اجماع' ہے۔ (۲) یا دو رائیں ہوں گی جن میں سے ایک (الف) یا تو اکثری و جمہوری ہو گی یا (ب) دونوں مساوی درجہ کی۔ (۳) یا متعدد رائیں ہوں گی جو یا تو (الف) منفرد مجتہدین کی رائیں ہوں گی یعنی رائے شخصی یا (ب) کسی گروہ مجتہدین کی یعنی رائے مسلکی و مذہبی۔

مجتہد کی علمی وسعت و عمق، اس کی ذکاوت و ذہانت کی کیفیت اور مجتہدین کی تعداد کی شکل میں زیادہ سے زیادہ علم و ذکاوت کا یکجا ہونا بلاشبہ کسی حکم پر استدلال کی صحت کے رجحان کو غالب کرتا چلا جاتا ہے، تاہم صحت کی صد فی صد قطعیت اور خطا کے صفر درجے کی حتمیت تک پہنچنے کا دعویٰ کسی مقام پر نہیں کیا جا سکتا۔ علم فقہ میں اگرچہ اصل اہمیت استدلال کی ہے، تاہم کسی مسئلہ پر مجتہدین کے اختلاف واتفاق کی صورتوں کی بھی ان ہی کے اعتبار سے فقہی اہمیت ہے۔ فقہی بحث و تحقیق، فتویٰ و قضاء اور اجتہاد و استنباط کے وقت انہیں ان کے رتبہ کے اعتبار سے واجبی وزن (due weightage) حاصل ہو گا۔

"The faqih is the one who is frugal in this world, desirous of the Hereafter, a person who has insight into his religion, who is constant in the worship of his Lord, who keeps himself well away from [violating] the characters of and property Muslims, and who is an advisor to them." *[Hasan al-Basri]*

فقہ العجائب

"خدا پیما" یا میثاقِ ازل

ابو الامتیاز ع. س. مسلم

سان ڈیگو، امریکا کی یونیورسٹی آف کیلے فورنیا کے سائنس دانوں نے انسانی دماغ میں ایک ایسے " مقیاس" یا "پیمانے" کا سراغ لگایا ہے، جسے انہوں نے "GOD MODULE" یعنی نعوذ باللہ "خدا پیما" کا نام دیا ہے، پیشتر اِس کے کہ اِس پر خیال آرائی کی جائے، خبر کے متن کا مطالعہ ضروری ہے:

"انسانی دماغ میں 'خدا پیما' کی دریافت"

"لندن: سائنس دانوں کو یقین ہے کہ انہوں نے انسانی دماغ میں ایک ایسے 'خدا پیما' (GOD MODULE) کا سراغ لگایا ہے، جو انسان کی ارتقاء پذیر جبلّت یا فطرتِ بالیدگی کو مذہب پر ایمان کی طرف مُنعطِف کرتا ہے۔ یہ انکشاف 'سنڈے ٹائمز' کی ایک رپورٹ میں کیا گیا ہے"۔

"مرگی کے مریضوں کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ عمیق روحانی تجربات سے دوچار ہوتے ہیں۔ اُن پر تحقیق سے دریافت ہُوا کہ انسانی دماغ کے اگلے حصے میں ایک 'دائرۂ اَعصاب' (CIRCUIT OF NERVES) موجود ہے، جو اللہ تعالیٰ کے تصور سے برقی رَو (الیکٹرک کرنٹ) کی طرح متحرک ہوجاتا ہے"

"سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ ہر چند یہ تحقیق اور اس کا ماحصل تمہیدی مرحلے میں ہیں، لیکن ابتدائی نتائج سے واضح ہے کہ مذہب پر ایمان کا یہ طبعی مظہر انسانی دماغ میں مضبوطی سے نصب (HARD WIRED) کردیا گیا ہے"۔

"مرگی کے اُن مریضوں نے (جن کے دماغ کی ذہنی لویں گرفت میں آجاتی ہیں) یعنی جن کے دماغ کی پیش لووں (FRONTAL LOBES) پر دَورے پڑتے ہیں،

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا